مدینۃ المسیح

قادیان ۲۰ ماہ ہجرت۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج پانچ بجے شام کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کو پیچش کی تکلیف سے نسبتاً آرام ہے۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعا جاری رکھیں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بدستور علیل ہے احباب دعائے صحت فرمائیں۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کئی دنوں سے بہت بیمار ہیں۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

مورخہ ۲۱ ہجرت بروز بدھ بعد نماز مغرب سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں جناب السید منیر آفندی الحصنی عربی میں من مناقب العرب فی الجاھلیۃ کے موضوع پر اور جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ انگریزی میں The mission of Jesus کے مضمون پر تقاریر فرمائیں گے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے

جلد ۳۵ | ۲۱ ماہ ہجرت ۱۳۲۶ ھش | ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۶۶ ھ | ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۲۰

ملفوظات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ

ہم تو بہر حال مظلوموں کا ساتھ دینگے خواہ وہ ہمیں دکھ ہی دیں

ہندوؤں نے ہمیشہ اپنی اکثریت اور رسوخ کے نشہ میں مسلمانوں کو ہر جہت سے نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں

فرمودہ ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء بعد نماز مغرب

مرتبہ:۔ چودھری فیض احمد صاحب گجراتی

فرمایا۔ آج مجھے ایک عزیز نے بتایا کہ دلی کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ احمدی اس وقت تو

پاکستان کی حمایت

کرتے ہیں۔ مگر ان کو وہ وقت بھول گیا ہے۔ جبکہ ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بُرے سلوک کئے تھے جب پاکستان بن جائے گا۔ تو ان کے ساتھ مسلمان

پھر وہی سلوک

کرینگے جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا۔ اور اس وقت احمدی کہیں گے کہ ہمیں ہندوستان میں شامل کر لو۔

کہنے والے کی اس بات کو کئی پہلوؤں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کا

ایک پہلو

تو یہی ہے۔ کہ جب پاکستان بن جائیگا۔ تو ہمارے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے وہی سلوک ہوگا۔ جو آج سے کچھ عرصہ پیشتر افغانستان میں ہوا تھا۔ اور فرض کرو ایسا ہی ہو جائے۔ پاکستان بھی بن جائے۔ اور ہمارے ساتھ وہی سلوک روا بھی رکھا جائے لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ ایک دیندار جماعت جس کی بنیاد ہی مذہب۔ اخلاق اور انصاف پر ہے۔ کیا وہ اس کے متعلق اس نقطہ نگاہ سے فیصلہ کرے گی۔ کہ میرا اس میں فائدہ ہے۔ یا وہ اس نقطہ نگاہ سے فیصلہ کریگی۔ کہ اس امر میں

دوسرے کا حق

کیا ہے۔ یقیناً وہ ایسے معاملہ میں مؤخر الذکر نقطہ نگاہ سے ہی فیصلہ کرے گی۔ مثلاً ایک مجسٹریٹ ایسے علاقہ میں عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ جس میں اس کے بعض قریبی رشتہ دار بھی رہتے ہیں۔ اور اس کے ان رشتہ داروں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ تنازعات بھی ہیں۔ اس کے سامنے ایک ایسا مقدمہ پیش ہوتا ہے۔ جس میں اسکے رشتہ داروں کا ایک دشمن مدعی ہے اگر اس کے پاس روپیہ ہو۔ تو وہ اس کے رشتہ داروں کو نقصان پہنچا سکتا ہے اگر یہ مجسٹریٹ اسی مدعی کے حق میں فیصلہ کردے تو اس مدعی کے پاس روپیہ آجاتا ہے۔ اور پھر وہ اس مجسٹریٹ کے رشتہ داروں کو دق کر سکتا ہے۔ تو کیا ایک دیانت دار مجسٹریٹ اس ڈر سے کہ کل کو یہ روپیہ ہمارے خلاف استعمال کریگا۔ اس حق دار مدعی کے خلاف فیصلہ کر دے گا؟ اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ اس کی

صریح ناانصافی

ہوگی۔ اور اگر وہ حق پر قائم رہتے ہوئے شہادات کو دیکھتے ہوئے اور مواد مسل کی روشنی میں مدعی کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ تو کیا کوئی دیانتدار دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جو اس کے فیصلہ پر یہ کہے کہ اس نے فیصلہ ٹھیک نہیں کیا۔ اور اپنے اور اپنے رشتہ داروں پر ظلم کیا ہے۔ کوئی شریف اور دیانتدار مجسٹریٹ یہ نہیں کر سکتا۔ کہ وہ کسی مقدمہ کا حصر اپنے آئندہ فوائد پر رکھے۔ اور کوئی دیانتدار مجسٹریٹ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو مواد مسل کو نظر انداز کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے فیصلہ دیدے۔ بلکہ ایمانداری اور دیانتداری متقاضی ہے اس بات کی کہ وہ حق اور انصاف اور غیر جنبہ داری سے کام لے کر مقدمہ کا فیصلہ سنائے۔ وہ یہ نہ دیکھے۔ کہ جس شخص کے حق میں ڈگری دے رہا ہوں۔ یہ طاقت پکڑ کر کل کو

میرے ہی خاندان کے خلاف

اپنی طاقت استعمال کریگا۔ پس انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ کہ وہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر نظر انداز کر دے اس بات کو کہ میں کس کے خلاف اور کس کے حق میں فیصلہ دے رہا ہوں۔ وہ نظر انداز کر دے اس بات کو کہ جس روپیہ کے متعلق میں ڈگری دے رہا ہوں۔ وہ روپیہ کل کو کہاں خرچ ہوگا۔ اور وہ بھول جائے اس بات کو کہ فریقین مقدمہ کون ہیں

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر
بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا۔

گیونکہ انصاف اور ایمانداری اسی کا نام ہے۔ پس قطع نظر اس کے کہ

مسلم لیگ والے

پاکستان بننے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ وہ ہمارے ساتھ وہی کابل والا سلوک کریں گے یا اس سے بھی بدتر معاملہ کریں گے۔ اس وقت سوال یہ ہے۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے جھگڑے میں حق پر کون ہے اور ناحق پر کون۔ آخر یہ بات آج کی تو ہے نہیں۔ یہ تو ایک لمبا اور پرانا جھگڑا ہے۔ جو بیسیوں سال سے ان کے درمیان چلا آتا ہے۔ ہم نے بار بار ہندوؤں کو توجہ دلائی کہ وہ

مسلمانوں کے حقوق

کو تلف کر رہے ہیں۔ یہ امر ٹھیک نہیں ہے۔ ہم نے بار بار ہندوؤں کو متنبہ کیا کہ مسلمانوں کے حقوق کو اس طرح نظر انداز کر دینا بعید از انصاف ہے۔ اور ہم نے بار بار ہندو لیڈروں کو آگاہ کیا کہ یہ حق تلفی اور یہ ناانصافی آخر رنگ لائے گی۔ مگر افسوس کہ ہمارے توجہ دلانے ہمارے انتباہ اور ہمارے ان کو آگاہ کرنے کا نتیجہ کبھی کچھ نہ نکلا۔ ہندو سختی سے اپنے اس عمل پر قائم رہے۔ انہوں نے

اکثریت کے گھمنڈ میں

مسلمانوں کے حقوق کا گلا گھونٹا۔ انہوں نے حکومت کے غرور میں اقلیت کی گردنوں پر چھری چلائی۔ اور انہوں نے تعصب اور ہندوانہ ذہنیت سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ مسلمانوں کے جذبات کا خون کیا۔ اور ہندو لیڈروں کو بار بار توجہ دلانے کے باوجود نتیجہ ہمیشہ صفر ہی رہا۔ ایک مسلمان جب کسی ملازمت کے لئے درخواست دیتا۔ تو چاہے وہ کتنا ہی لائق کیوں نہ ہوتا۔ اس کی درخواست پر اس لئے غور نہ کیا جاتا۔ کہ وہ مسلمان ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں

ہندو چاہے کتنا ہی نالائق

ہوتا۔ اس کو ملازمت میں لے لیا جاتا۔ اسی طرح گورنمنٹ کے تمام ٹھیکے مسلمانوں کی لیاقت قابلیت اور اہلیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ہندوؤں کو دے دئے جاتے۔ تجارتی کاموں میں جہاں حکومت کا دخل ہوتا ہندوؤں کو ترجیح دی جاتی سوائے قادیان کے کہ یہاں بھی ہم نے کافی کوشش کر کے اپنا یہ حق حاصل کیا ہے۔ باقی تمام جگہوں میں مسلمانوں کے حقوق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہندوؤں کے خلاف ان کی فرقہ دارانہ ذہنیت کی وجہ سے نفرت پیدا ہوتی رہی۔ اور آخر یہ حالت پہنچ گئی۔ جو آج سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ صورت حالات کس نے پیدا کی؟ جس نے یہ صورت حالات پیدا کی۔ وہی موجودہ حالات کا ذمہ دار بھی ہے۔ یہ سب کچھ ہندوؤں کے اپنے ہی ہاتھوں کا کیا ہوا ہے۔ اور یہ

فسادات کا تناور درخت

وہی ہے۔ جس کا بیج ہندوؤں نے بویا تھا۔ اور اسے آج تک پانی دیتے رہے۔ اور آج جبکہ اس درخت کی شاخیں سارے ہندوستان میں پھیل چکی ہیں۔ ہندوؤں نے شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ ہندوؤں کو اس وقت اس بات کا کیوں خیال نہ آیا۔ کہ ہم مسلمانوں کے حقوق کو تلف کر رہے ہیں۔ اور ہر محکمہ میں اور ہر شعبہ میں ان کے ساتھ بے انصافی کر رہے ہیں۔ مجھے

پچیس سال

شور مچاتے اور ہندوؤں کو توجہ دلاتے ہو گئے ہیں۔ کہ تمہارا یہ طریق آخر رنگ لائے بغیر نہ رہے گا۔ لیکن افسوس کہ میری آواز پر کسی نے کان نہ دھرا۔ اور اپنی من مانی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارا احرار سے جھگڑا تھا۔ تو ہندوؤں نے احرار کی پیٹھ ٹھونکی۔ اور حتی الوسع ان کی امداد کرتے رہے۔ ان سے کوئی پوچھے۔ کہ جھگڑا تو ہمارے اور احرار کے درمیان مذہبی مسائل کے متعلق تھا۔ تمہیں اس معاملہ میں کسی فریق کی طرفداری کی کیا ضرورت تھی۔ اور تمہیں

ختم نبوت یا وفات مسیح کے مسائل

کے ساتھ کیا تعلق تھا کیا تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کو بند مانتے تھے۔ کہ ہمارے اجرائے نبوت کے عقیدہ پر تم برہم ہوئے تھے؟ کیا تم حیات مسیح کے قائل تھے۔ کہ ہماری طرف سے وفات مسیح کا مسئلہ پیش ہونے پر تم چراغ پا ہو گئے تھے؟ ہندوؤں کا ان مسائل کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہ تھا۔

احرار کی طرف سے ہندوؤں کو لاد

معت پیش ہوتے رہے۔ میں نے اس بارہ میں پنڈت نہرو کے پاس اپنا آدمی بھیجا۔ کہ آپ لوگوں کی احرار کے ساتھ ہمدردی کس بنا پر ہے۔ اور یہ طرفداری کیوں کی جا رہی ہے۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔ سیاسیات میں ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ اب جن لوگوں کی ذہنیت اس قسم کی ہو۔ ان سے بھلا کیا امید کی جا سکتی ہے۔ یہ جو کچھ آج کل ہو رہا ہے۔ یہ

سب گاندھی جی۔ پنڈت نہرو اور مسٹر پٹیل

کے ہاتھوں سے رکھی ہوئی بنیادوں پر ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انگریزوں کا بھی اس میں ہاتھ تھا۔ ان کو بھی بار بار اس امر کے متعلق توجہ دلائی گئی۔ کہ ہندوستان کے کروڑوں کروڑ مسلمانوں کے حقوق کو تلف کیا جا رہا ہے۔ جو ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ اور باوجود یہ جاننے کے ہوتا رہا۔ کہ مسلمانوں کے حقوق تلف ہو رہے ہیں۔ اور باوجود اس علم کے کہ

مسلمانوں سے ناانصافی

ہو رہی ہے۔ مسلمان ایک مدت تک ان باتوں کو برداشت کرتے رہے۔ مگر جب یہ پانی سر سے گذرنے لگا۔ تو وہ اٹھے اور انہوں نے اپنے لمبے اور تلخ تجربہ کے بعد جب یہ سمجھ لیا۔ کہ ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے ان کے حقوق خطرے میں ہیں۔ تو انہوں نے اپنے حقوق کی حفاظت اور آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے

الگ علاقہ کا مطالبہ

پیش کر دیا۔ کیا وہ یہ مطالبہ نہ کرتے۔ اور ہندوؤں کی ابدی غلامی میں رہنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ کیا وہ اتنی ٹھوکروں کے باوجود بھی نہ جاگتے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمان اتنے طویل اور تلخ تجربات کے بعد ہندوؤں پر اعتبار کر سکتے تھے۔ ایک دو باتیں ہوتیں تو نظر انداز کی جا سکتی تھیں۔ ایک دو واقعات ہوتے تو بھلائے جا سکتے تھے۔ ایک دو چوٹیں ہوتیں تو ان کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ ایک آدھ صوبہ میں مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچا ہوتا۔ تو اس کو بھی بھلایا جا سکتا تھا۔ لیکن متواتر سال سے ہر گاؤں میں ہر شہر میں۔ ہر ضلع میں اور ہر صوبہ میں ہر محکمہ میں ہر شعبہ میں۔

مسلمانوں کو دکھ دیا گیا

ان کے حقوق کو تلف کیا گیا۔ اور ان کے جذبات کو مجروح کیا گیا۔ اور ان کے ساتھ وہ سلوک روا رکھا گیا۔ جو زرخرید غلام کے ساتھ بھی کوئی انصاف پسند آقا نہیں رکھ سکتا۔ کیا اب بھی وہ اپنے اس مطالبہ میں حق بجانب نہ تھے؟ کیا اب بھی وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے تگ و دو نہ کرتے؟ کیا اب بھی وہ اپنی عزت کی رکھوالی نہ کرتے؟ اور کیا اب بھی وہ ہندوؤں کی بدترین غلامی میں اپنے آپ کو پیش کر سکتے تھے؟ مسلمانوں کو ہمیشہ باوجود لائق ہونے کے نالائق قرار دیا جاتا رہا۔ ان کو

باوجود اہل ہونے کے نااہل

کہا جاتا رہا۔ اور ان کو باوجود قابل ہونے کے ناقابل سمجھا جاتا رہا۔ ہزاروں اور لاکھوں دفعہ ان کے جذبات کو مجروح کیا گیا۔ لاکھوں مرتبہ ان کے احساسات کو کچلا گیا۔ اور متعدد مرتبہ ان کی امیدوں اور امنگوں کا خون کیا گیا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا۔ اور وہ چپ رہے۔ یہ سب کچھ ان پہ بیتا اور وہ خاموش رہے۔ انہوں نے خاموشی کے ساتھ ظلم سہے اور صبر کیا۔ کیا اب بھی ان کے خاموش رہنے کا موقعہ تھا؟ یہ تھے وہ حالات جن کی وجہ سے وہ وہ اپنا الگ اور بلا شرکت غیرے حق مانگنے کے لئے مجبور نہیں ہوئے بلکہ

مجبور کئے گئے

یہ حق انہوں نے خود نہ مانگا بلکہ ان سے منگوایا گیا۔ یہ علیحدگی انہوں نے خود نہ چاہی بلکہ ان کو ایسا چاہنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ اور اس معاملہ میں وہ

بالکل معذور

تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ باوجود لیاقت رکھنے کے باوجود اہلیت کے اور باوجود قابلیت کے انہیں نالائق اور ناقابل کہا جاتا ہے۔ تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس

ناانصافی کے انسداد کا سوائے اس کے اور کوئی طریق نہیں کہ وہ ان سے بالکل علیحدہ ہو جائیں۔ میں ہندوؤں سے پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمان فی الواقعہ نالائق ناقابل اور نااہل تھے؟ ان کو جب کسی کام کا موقعہ ملا۔ انہوں نے اسے باحسن سرانجام دیا۔ مثلاً سندھ اور بنگال میں ان کو حکومت کا موقعہ ملا ہے انہوں نے اس کو اچھی طرح سنبھالا ہے۔ اور جہاں تک حکومت کا سوال ہے ہندوؤں نے ان سے بڑھ کر کونسا تیر مار لیا ہے۔ جو انہوں نے نہیں مارا۔ مدراس بمبئی۔ یوپی اور بہار وغیرہ میں ہندوؤں کی حکومت ہے۔ جس قسم کی گورنمنٹ ان کی ان علاقوں میں ہے اسی قسم کی گورنمنٹ سندھ اور بنگال میں بھی ہے۔ اگر لڑائی جھگڑے اور فساد وغیرہ کی وجہ سے کسی گورنمنٹ کو نااہل قرار دینا جائز ہے۔ تو لڑائی تو بمبئی میں بھی ہو رہی ہے۔ یوپی میں بھی ہو رہی ہے۔ اور بہار میں بھی ہو رہی ہے۔ اگر نالائقی اور نااہلی کی یہی دلیل ہو۔ تو بمبئی یوپی اور بہار وغیرہ کی گورنمنٹوں کو کس طرح لائق اور اہل کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر کسی جگہ قتل وغارت کا ہونا ہی وہاں کی گورنمنٹ کو نااہل قرار دینے کا موجب ہو سکتا ہے تو کیوں نہ سب سے پہلے بمبئی اور بہار کی گورنمنٹوں کو نااہل کہا جائے۔ ایک ہی دلیل کو ایک جگہ استعمال کرنا۔ اور دوسری جگہ نہ کرنا

سخت ناانصافی اور بددیانتی

ہے۔ اگر یہی قاعدہ کلیہ ہو تو سب جگہ یکساں چسپاں کیا جانا چاہیئے۔ نہ کہ جب اپنے گھر کی باری آئے۔ تو اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ کسی علاقہ میں قتل و غارت اور فسادات کا ہونا ضروری نہیں کہ حاکم کی غلطی ہی سے ہو۔ میں پچھلے سال اکتوبر نومبر میں

اس نیت سے دہلی گیا

تھا۔ کہ کوشش کر کے کانگریس اور مسلم لیگ کی صلح کرا دوں۔ میں ہر لیڈر کے دروازہ پر خود پہنچا۔ اور راستہ میں میں نے اپنی ذرا بھی ہتک محسوس نہ کی۔ اور کسی کے پاس جانے کو عار نہ سمجھا۔ صرف اس لئے کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں مفاہمت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ ان کے درمیان انشقاق اور افتراق رہنے کی وجہ سے ملک کے اندر کسی قسم کا فتنہ وفساد ہونے نہ پائے۔ میں مسٹر گاندھی کے پاس گیا۔ اور کہا کہ اس جھگڑے کو ختم کرائیے۔ لیکن انہوں نے ہنس کر ٹال دیا۔ اور کہا

میں تو صرف ایک گاندھی ہوں

آپ لیڈر ہیں آپ کچھ کریں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کیا واقعہ میں گاندھی ایک آدمی ہے۔ اور اس کا اپنی قوم یا ملک کے اندر کچھ رعب نہیں۔ اگر وہ صرف ایک گاندھی ہے تو سیاسیات کے معاملات میں دخل ہی کیوں دیتا ہے۔ وہ صرف اسی لئے دخل دیتا ہے۔ کہ ملک کا اکثر حصہ اس کی بات کو مانتا ہے مگر میری بات کو ہنس کر ٹال دیا گیا۔ اور کہہ دیا گیا۔ میں تو صرف گاندھی ہوں۔ اور ایک آدمی ہوں حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ تیس کروڑ کے لیڈر ہیں۔ اور میں ہندوستان کے صرف پانچ لاکھ کا لیڈر ہوں۔ کیا میرے کوئی بات کہنے اور تیس کروڑ کے لیڈر کے کوئی بات کہنے میں کوئی فرق نہیں بے شک میں پانچ لاکھ کا لیڈر ہوں۔ اور

میری جماعت میں مخلصین

بھی ہیں۔ جو میری ہر بات پر عمل کرنا اپنا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا جماعت سے خطاب

آپ کی جماعت کی طرف سے وقف جائداد اور وقف آمد کی رپورٹ کیوں نہیں آئی؟

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ

برادران! السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

دن گزر رہے ہیں۔ وقت گزر رہا ہے۔ لیکن وقف جائداد اور وقف آمد کی رپورٹ اب تک آپ کی جماعت کی طرف سے نہیں آئی۔ یا آپ جماعت سے الگ رہتے ہیں۔ تو آپ نے اپنا وعدہ نہیں بھجوایا۔

وہ قربانی جو پہلے انبیاء کی جماعتوں نے کی۔ اس کا بہت چھوٹا حصہ اس وقت آپ سے طلب کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ اس میں کمزوری دکھائینگے؟

اس وقت کئی گاؤں اور شہر یہ قربانی پیش کر چکے ہیں۔ آپ اللہ تعالےٰ کو کیا جواب دینگے۔ کہ وہ قربانی جو آپ ہی کے زمانہ میں آپ ہی کے ملک میں آپ ہی کے سے حالات میں آپ کے بھائیوں نے پیش کی۔ آپ وہ پیش نہ کر سکے۔

یاد رکھیں کہ صرف کسی نامکمل فہرست کا بھجوا دینا کافی نہیں۔ ضروری ہے۔ کہ سو فی صدی لسٹ مکمل آئے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر فرد جماعت حصہ لینے والا ہو۔ مگر ہر شخص کا نام فہرست میں ہو۔ جو حصہ لینے والے ہوں۔ ان کے ناموں کے آگے لکھا ہو۔ کہ جائداد کا ۱/۱۰ یا ایک ماہ کی آمد ادا کرینگے۔ یا جائداد کا ۱/۲۰ یا نصف ماہ کی آمد ادا کرینگے۔ اور جو انکاری ہو اس کے آگے لکھا ہو۔ کہ یہ حصہ نہیں لینا چاہتے۔ اور جس نے معذرت کی ہو۔ اس کے آگے لکھا ہو۔ کہ یہ صاحب معذوری ظاہر کرتے ہیں۔ ناظر بیت المال سے کلی یا جزوی معافی کی درخواست کی گئی ہے۔

اسی طرح متفرق افراد کو یا حصہ لینا چاہیئے۔ یا معذرت کرنی چاہیئے۔ کسی نہ کسی رنگ میں ہر فرد کو اقرار ضرور کرنا ہوگا۔ خواہ اقرار اثبات میں ہو یا نفی میں۔

اللہ تعالےٰ جماعت کا حامی وحافظ ہو۔ اور ایمان کے اعلےٰ مقام تک پہنچنے کی توفیق بخشے۔ اور ہر امتحان میں کامیاب کرے۔ والسلام

مرزا محمود احمد

فرض سمجھتے ہیں۔ اور مجھے واجب الاطاعت تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن بہرحال وہ پانچ لاکھ ہیں۔ اور پانچ لاکھ کے لیڈر اور تیس کروڑ کے لیڈر کی آواز ایک سی نہیں ہو سکتی۔ تیس کروڑ کے لیڈر کی آواز ضرور اثر رکھتی ہے۔ اور ملک کے ایک معتد بہ حصہ پر رکھتی ہے۔ لیکن افسوس کہ وہی گاندھی جو ہمیشہ سیاسیات میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ میری بات سننے پر تیار نہ ہوئے۔ اسی طرح میں

پنڈت نہرو کے دروازہ پر

گیا۔ اور کہا کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان صلح ہونی نہایت ضروری ہے۔ لیکن انہوں نے بھی صرف یہ کہہ دیا۔ کہ یہ ٹھیک تو ہے...... ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ کیا بن سکتا ہے۔ اسی طرح میں نے تمام لیڈروں سے ملاقاتیں کر کر کے سارا زور لگایا۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ مگر افسوس کہ کسی نے میری بات نہ سنی اور صرف اس لئے نہ سنی۔ کہ میں پانچ لاکھ کا لیڈر تھا۔ اور وہ کروڑوں کے لیڈر تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب ملک کے اندر جگہ جگہ فسادات ہو رہے ہیں۔ اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ اگر یہ لوگ اس وقت

میری بات کو مان جاتے

اور صلح صفائی کی کوشش کرتے۔ تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ مگر میری بات کو نہ مانا گیا۔ اور صلح سے پہلو تہی اختیار کی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بہار اور گڑھ مکتیسر کا واقعہ ہوا۔ اور اب پنجاب میں ہو رہا ہے۔ اگر اب بھی ان لوگوں کی ذہنیتیں نہ بدلیں۔ تو یہ فسادات اور بھی بڑھ جائیں گے۔ اور ایسی صورت اختیار کر لیں گے۔ کہ باوجود ہزار کوششوں کے بھی نہ رک سکیں گے۔ اس وقت ضرورت صرف ذہنیتیں تبدیل کرنے کی ہے۔ اگر آج بھی ہندو اقرار کر لیں۔ کہ ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ آؤ مسلمانو ہم سے زیادہ سے زیادہ حقوق لے لو۔ تو آج ہی صلح ہو سکتی ہے۔ اور یہ تمام جھگڑے رفع دفع ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ لوگ بغض پر بغض

بغض پر بغض کی بنیادیں

رکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور انجام سے بالکل غافل بیٹھے ہیں۔ اگر وہ صلح کرنا چاہیں۔ اگر وہ نپٹنا چاہیں۔ اور اگر وہ گلے ملنا چاہیں۔ تو یہ سب کچھ آج ہی ہو سکتا ہے۔ مگر اس کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ ہے ذہنیتوں میں تبدیلی۔ پس آج یہ سوال نہیں رہا۔ کہ ہمارے ساتھ پاکستان بن جانے کی صورت میں کیا ہو گا۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ اتنے لمبے تجربہ کے بعد جب کہ ہندو حاکم تھے۔ گو ہندو خود تو حاکم نہ تھے۔ بلکہ انگریز حاکم تھے۔ لیکن ہندو حکومت پر چھائے ہوئے تھے۔ جب ہندو ایک ہندو کو اس لئے ملازمت دیتے تھے۔ کہ وہ ہندو ہے۔ جب ہندو اس لئے ایک ہندو کو ٹھیکہ دے دیتے تھے۔ کہ وہ ہندو ہے۔ اور جب وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کو صرف اس لئے قابل اور اہل قرار دیتے تھے۔ کہ وہ ہندو ہیں۔ اور جب ہندو انگریز کی نہیں بلکہ اپنی حکومت سمجھتے ہوئے

ہندوؤں سے امتیازی سلوک

کرتے تھے اور جب وہ نوکری میں ہندو کو ایک مسلمان پر صرف یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ ہندو ہے فوقیت دیتے تھے۔ اس وقت کے ستائے ہوئے دکھائے ہوئے اور تنگ آئے ہوئے مسلمان اگر اپنے الگ حقوق کا مطالبہ کریں۔ تو کیا ان کا یہ مطالبہ ناجائز ہے؟ کیا یہ ایک روشن حقیقت نہیں۔ کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا رہا۔ جو نہایت ناواجب نہایت ناروا اور نہایت نامنصفانہ تھا۔

حال کا ایک واقعہ

ہے۔ ہمارا ایک احمدی دوست فوج میں ملازم ہے۔ باوجودیکہ اس کے خلاف ایک بھی ریمارک نہ تھا۔ اور دوسری طرف ایک سکھ کے خلاف چار ریمارکس تھے۔ اس سکھ کو اوپر کر دیا گیا۔ اور احمدی کو گرا دیا گیا۔ جب وہ احمدی انگریز کمانڈر کے پاس پہنچا۔ اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ تو اس نے کہا۔ واقعی آپ کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ تم درخواست لکھ کر میرے پاس لاؤ۔ لیکن جب وہ احمدی درخواست لے کر انگریز افسر کے پاس پہنچا۔ تو اس نے درخواست اپنے پاس رکھ لی۔ اور اسے اوپر نہ بھجوایا۔ کئی دن کے بعد جب دفتر سے پتہ لیا گیا۔ کہ آخر وجہ کیا ہے۔ کہ درخواست کو اوپر بھجوایا نہیں گیا۔ تو دفتر والوں نے بتایا کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ شملہ سے آرڈر آ گیا ہے۔ کہ کوئی اپیل

اس حکم کے خلاف

اوپر نہ بھجوائی جائے۔ جس قوم کے ساتھ اتنا لمبا عرصہ یہ انصاف برتا گیا ہو۔ کیا وہ اس امر کا مطالبہ نہ کرے گی۔ کہ اسے الگ حکومت دی جائے۔ ان حالات کے پیش نظر ان کا حق ہے۔ کہ وہ یہ مطالبہ کریں اور ہر دیانتدار کا فرض ہے۔ کہ خواہ اس میں اس کا نقصان ہو۔ مسلمانوں کے اس مطالبہ کی تائید کرے۔ پس ایک نقطہ نگاہ تو یہ ہے۔ جس سے ہم اس اخبار کے متعلقہ مضمون پر غور کر سکتے ہیں۔

دوسرا نقطہ نگاہ

یہ ہے۔ کہ بیشک ہمیں مسلمانوں کی طرف سے بھی بعض اوقات تکالیف پہنچ جاتی ہیں۔ اور ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ شاید وہ ہمیں پھانسی پر چڑھا دیں گے۔ لیکن میں ہندوؤں سے یہ پوچھتا ہوں۔ کہ تم لوگوں نے ہمیں کب سکھ دیا تھا۔ تم لوگوں نے ہمیں کب آرام پہنچایا تھا۔ اور تم لوگوں نے کب ہمارے ساتھ ہمدردی کی تھی۔ کیا بہار میں بے گناہ احمدی مارے گئے یا نہیں؟ کیا ان کی جائیدادیں تم لوگوں نے تباہ کیں یا نہیں؟ کیا ان کو بے جا دکھ پہنچایا یا نہیں۔ کیا گڑھ مکتیسر میں شیخ محمد یوسف صاحب

ایڈیٹر نور کا لڑکا

تمہارے مظالم کا شکار ہوا یا نہیں؟ حالانکہ وہ ہیلتھ آفیسر تھا۔ اور وہ تمہارے میلے میں اس لئے گیا تھا۔ کہ اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے۔ تو اس کا علاج کرے۔ اگر تم میں سے کسی کو زخم لگ جائے۔ تو اس پر مرہم پٹی کرے۔ اور اگر تم میں سے کوئی بخار سے مر رہا ہو۔ تو اسے کونین کھلائے۔ وہ ایک ڈاکٹر تھا۔ اور ڈاکٹری ایک ایسا پیشہ ہے۔ جس کو فرقہ دارانہ حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ وہ بیچارا تمہارے علاج معالجہ کے لئے گیا تھا۔ اس کو تم نے کیوں قتل کر دیا؟ کیا کیا اس سے بڑھ کر بھی شقاوت قلبی کی کوئی اور مثال ہو سکتی ہے۔ کیا اس سے آگے بھی ظلم کی کوئی حد ہے۔ پھر اس کی بیوی نے خود مجھے اپنے دردناک حالات سنائے۔ اس نے بتایا کہ غنڈوں نے اس کے منہ میں مٹی ڈالی۔ اسے مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ اس کے کپڑے اتار لئے۔ اور اسے دریا میں پھینک دیا۔ اور پھر اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ دریا میں پھینک کر سوٹیوں کے ساتھ دباتے رہے۔ تاکہ اس کے مرنے میں

کوئی کسر نہ رہ جائے

یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔ کہ وہ تیرنا جانتی تھی۔ اور وہ ہمت کر کے ہاتھ پاؤں مار کر دریا سے نکل آئی۔ اور پھر کسی کی مدد سے ہسپتال پہنچی۔

احمدی مجاہدین کے لئے درخواست دعا

(۱) مکرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب مجاہد فرانس کا اپریشن ہو چکا ہے۔ تازہ اطلاع سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حالت تسلی بخش ہے۔ البتہ کمزوری بہت ہے۔

(۲) مکرم مولوی غلام رسول صاحب مبلغ احمدیہ مشن لنڈن میں بیمار ہیں۔ ان کا بایاں پھیپھڑہ مادہ دق سے ماؤف ہے۔ (۳) مولوی عبدالخالق صاحب مغربی افریقہ میں ایک عرصہ سے علیل ہیں۔ احباب ان تینوں مجاہدین کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ (۴) لیگوس مغربی افریقہ میں مخالفین نے ہمارے خلاف ایک مقدمہ دیر سے کھڑا کر رکھا ہے۔ اور سماعت کی تاریخ مئی کے آخری ایام میں مقرر ہوئی ہے۔ احباب کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

کیا اس سے بڑھ کر بے دردی کی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ کہ ایک ناکردہ گناہ شخص اور پھر عورت پر اس قسم کے مظالم توڑے جائیں؟ کیا اس قسم کی حرکات سفاکانہ نہیں ہیں؟ ان حالات کی موجودگی میں اگر ہمارے لئے دونو طرف ہی موت ہے تو ہم ان لوگوں کے حق میں کیوں رائے نہ دیں۔

جن کا دعویٰ حق پر ہے

ہمارا

تیسرا نقطۂ نگاہ

یہ ہے۔ کہ اگر ہم ان تمام حالات کی موجودگی میں جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں۔ انصاف کی طرف داری کریں گے۔ تو کیا خدا تعالیٰ ہمارے اس فعل کو نہ جانتا ہوگا۔ کہ ہم نے انصاف سے کام لیا ہے۔ جب وہ جانتا ہوگا۔ تو وہ خود انصاف پر قائم ہونے والوں کی پشت پناہ ہوگا۔ لکھنے والے نے تو لکھ دیا۔ کہ احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک ہوگا۔ جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا۔ مگر میں ان سے پوچھتا ہوں۔

کہاں ہے امان اللہ؟

اگر اس نے احمدیوں پر ظلم کیا تھا۔ تو کیا خدا تعالیٰ نے اس شخص کے اسی جرم کی پاداش میں اس کی دھجیاں نہ اڑا دیں؟ کیا خدا تعالیٰ نے اس کی حکومت کو تباہ نہ کر دیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت کے تار و پود کو بکھیر کر نہ رکھ دیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی ذریت سمیت ذلیل اور رسوائے عالم نہ کر دیا؟ کیا خدا تعالیٰ نے مظلوموں پر بے جا ظلم ہوتے دیکھ کر ظالموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے امان اللہ کے اس ظلم کا اس سے کما حقہ بدلہ نہ لیا؟ ہاں کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی شان و شوکت رعب اور دبدبہ کو خاک میں نہ ملایا؟ پھر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا

ہمارا وہ خدا

جس نے اس سے پیشتر ہر موقعہ پر ہم پر ظلم کرنے والوں کو سزائیں دیں۔ کیا نعوذ باللہ اب وہ مر چکا ہے؟ وہ ہمارا خدا اب بھی زندہ ہے۔ اور اپنی ساری طاقتوں کے ساتھ اب بھی موجود ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہم انصاف کا پہلو اختیار کریں گے اور اس کے باوجود ہم پر ظلم کیا جائیگا تو وہ ظالموں کا وہی حشر کرے گا۔ جو امان اللہ کا ہوا تھا۔ اگر ہم پہلے خدا پر یقین رکھتے تھے تو کیا اب چھوڑ دیں گے؟ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین ہے۔ وہ انصاف کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ اور ظالموں کو سزا دیتا ہے۔ وہ اب بھی اسی طرح کرے گا۔ جس طرح اس سے پیشتر وہ ہر موقعہ پر ہماری نصرت اور اعانت فرماتا رہا۔ اس کی پکڑ۔ اس کی گرفت اور اس کی بطش اب بھی شدید ہے جس طرح کہ پہلے شدید تھی۔ کیا ہم اب نعوذ باللہ یہ سمجھ لیں گے۔ کہ ہمارے انصاف پر قائم ہو جانے سے وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ ہرگز نہیں

یہ

احمدیت کا پودا

کوئی معمولی پودا نہیں۔ یہ اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ اور وہ خود اس کی حفاظت کرے گا اور مخالف حالات کے باوجود کرے گا دشمن پہلے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے مگر یہ پودا ان کی حسرت بھری نگاہوں کے سامنے بڑھتا رہا۔ تاریکی کے فرزندوں نے پہلے بھی حق کو دبانے کی کوشش کی۔ مگر حق ہمیشہ ہی ابھرتا رہا۔ اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی طرح ہوگا۔ یہ چراغ وہ نہیں جسے

دشمن کی پھونکیں

بجھا سکیں۔ یہ درخت وہ نہیں جسے عداوت کی آندھیاں اکھاڑ سکیں۔ مخالف ہوائیں چلیں گی۔ طوفان آئیں گے۔ مخالفت کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا۔ اور لہریں اچھالے گا۔ مگر یہ جہاز جس کا ناخدا خود خدا ہے پار لگ کر ہی رہے گا۔ امان اللہ کا واقعہ یاد دلانے سے کیا فائدہ۔ کیا تمہیں صرف امان اللہ کا ظلم ہی یاد رہ گیا۔ اور تم نے اس کے انجام کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں تمہیں وہ واقعہ یاد رہ گیا۔ مگر اس واقعہ کا

نتیجہ تم بھول گئے

کیا امان اللہ کی ذلت اور رسوائی کی کوئی مثال تمہارے پاس موجود ہے تم نے کوہ واقعہ یاد دلایا تھا تو تم اس کا انجام بھی دیکھتے جب وہ یورپ روانہ ہوا۔ تو خود اس کے ایک درباری نے خط لکھا۔ کہ ہماری مجالس میں بار بار یہ ذکر آیا ہے۔ کہ یہ جو کچھ ہماری ذلت ہوئی۔ وہ اسی ظلم کی وجہ سے ہوئی ہے جو ہم نے احمدیوں کے ساتھ کیا تھا۔ امید ہے کہ اب جب کہ ہمیں سزا مل چکی ہے۔ آپ ہمارے لئے بددعا نہ کریں گے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود اس کے درباریوں کو یہ یقین تھا۔ کہ اسکی ذلت کا سبب اس کا ظلم ہے۔ آج وہی امان اللہ جو ایک بڑی شان و شوکت رعب جلال اور دبدبہ کا مالک تھا۔ اپنے ظلم کی وجہ سے اس حال کو پہنچ چکا ہے۔ کہ وہ اٹلی میں بیٹھا اپنی ذلت کے دن گذار رہا ہے۔ وہ کتنا چالاک اور ہوشیار بادشاہ تھا۔ کہ اس نے اپنی باجگذار ریاست کو آزاد بنا دیا۔ مگر جب اس نے غریب احمدیوں پر ظلم کیا۔ تو اس کی

ساری طاقت اور قوت مٹا دی گئی

اور اس نے اپنے ظلم کا نتیجہ پا لیا۔ اور ایسا پایا۔ کہ آج تک اس کی سزا بھگت رہا ہے۔ ایک طالب حق اور انصاف پسند آدمی کے لئے یہی ایک نشان کافی ہے۔ کاش! لوگ اس پر غور کرتے۔ شاید یہاں کوئی شخص یہ اعتراض کر دے۔ کہ امان اللہ کے باپ نے بھی تو احمدی مروائے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس نے ناواقفی سے ایسا کیا تھا۔ اور امان اللہ نے جان بوجھ کر۔ کیونکہ ہمارے استفسار پر اس کی حکومت کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ کہ بیشک احمدی مبلغ بھجوائے جائیں۔ اب وہ

وحشت کا زمانہ

نہیں رہا۔ ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی لیکن جب ہمارے مبلغ وہاں پہنچے۔ تو اسے انہیں قتل کرا دیا پھر یہی نہیں کہ حبیب اللہ کو سزا نہیں ملی وہ بھی اس سزا سے باہر نہیں رہا۔ کیونکہ اس کی ساری نسل تباہ ہو گئی۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف امان اللہ کا بدلہ نہیں لیا۔ بلکہ اس بدلہ میں

حبیب اللہ اور عبدالرحمٰن

بھی شامل ہیں۔ پس یہ ہے ہمارا تیسرا نقطہ نگاہ۔ ان تینوں نقطہ ہائے نگاہ سے دیکھتے ہوئے ہمارے لئے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ ہم نے تو اس معاملہ کو انصاف کی نظروں سے دیکھا ہے۔ اور انصاف کے ترازو پر تولا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں انصاف کا یہ حال ہے۔ کہ زائد سو سال سے ہندو مسلمانوں کو تباہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور صرف ہندو کا نام دیکھ کر ملازمت میں رکھ لیتے رہے ہیں۔ اور مسلمان کا نام آنے پر اسکی درخواست کو مسترد کر دیتے رہے جب درخواست پر دلارام کا نام لکھا ہوتا تو درخواست کو منظور کر لیا جاتا رہا اور جب درخواست پر عبدالرحمٰن کا نام آ جاتا۔ تو اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا۔ اس بات کا خیال نہ رکھا جاتا رہا کہ دلارام اور عبدالرحمٰن میں سے کون اہل ہے اور کون نااہل اس بات کو ملحوظ نہ رکھا جاتا رہا۔ کہ دلارام اور عبدالرحمٰن میں سے کون قابل ہے اور کون ناقابل۔ اور اس امر کو پیش نظر رکھا جاتا رہا۔ کہ دلارام اور عبدالرحمٰن میں سے کون لائق ہے اور کون نالائق۔ صرف ہندوانہ نام کی وجہ سے اسے رکھ لیا جاتا اور صرف اسلامی نام کی وجہ سے اسے رد کر دیا جاتا تھا۔ ہمیں ان حالات کیوں

بار بار شور مچایا

ہندو لیڈروں سے اس ظلم کے انسداد کی کوشش کیلئے کہا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ وہ

اپنی اکثریت کے نشے میں چور

تھے۔ وہ اپنی حکومت کے رعب میں مدہوش تھے۔ اور وہ اپنی طاقت کی وجہ سے بدمست تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ہر جہت سے نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی ہر ترقی کی راہ میں روکاوٹیں ڈالیں اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہر ممکن سازشیں کیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم مظلوم قوم کی مدد کریں۔ چاہے وہ ہمیں ماریں یا دکھ پہنچائیں ہمیں تو ہر قوم نے ستایا اور دکھ دیا ہے لیکن ہم نے انصاف نہیں چھوڑا جب ہندوؤں پر مسلمانوں نے ظلم کیا ہم نے ہندوؤں کا ساتھ دیا جب مسلمانوں پر ہندوؤں نے ظلم کیا ہم نے مسلمانوں کا ساتھ دیا جب لوگوں نے بغاوت کی ہم نے حکومت کا ساتھ دیا۔ اور جب حکومت نے ناواجب سختی کی ہم نے رعایا کی تائید میں آواز اٹھائی۔ اور ہم اسی طرح کرتے جائیں گے خواہ ہمیں

انصاف کی قائم کرنے میں

کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانی پڑے ہمیں سب قوموں کے سلوک یاد ہیں کیا ہمیں وہ دن بھول گئے ہیں جب چوہدری کھڑک سنگھ صاحب نے تقریر کی تھی کہ ہم

قادیان کی اینٹ سے اینٹ

بجا دیں گے۔ اور قادیان کے ملبہ کو دریا برد کر دیں گے پھر کیا یہ کھڑک رام ہندو تھا یا نہیں؟ وہ لوگ جنہوں نے احراریوں کا ساتھ دیا تھا وہ ہندو تھے یا نہیں؟ مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ جو شخص یا جماعت خدا تعالیٰ کا پیغام لے کر کھڑی ہو اس کی ساری دنیا دشمن ہوتی ہی ہے اس لئے لوگوں کی حق کے ساتھ دشمنی ایک طبعی امر ہے ہم نے ملکانہ میں جہاں لاکھوں مسلمانوں کو آریوں نے مرتد کر دیا تھا اور خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ تبلیغ کی اور انہیں پھر حلقہ بگوش اسلام

گیا اور جب وہاں اسلام کو غلبہ نصیب ہوگیا اور آریہ مغلوب ہوگئے تو وہی لوگ جو ملکانوں کے ارتداد کے وقت شور مچاتے تھے کہ احمدی کہاں گئے اور کہتے تھے وہ اب کیوں تبلیغ نہیں کرتے وہی شور مچانے والے ملکانوں کے دوبارہ اسلام لانے پر ان کے گھر گھر گئے اور کہتے پھرے تم آریہ ہوجاؤ مگر مرزائی نہ بنو۔ اور علاقہ کی ریاستوں نے ظلم پر ظلم کئے۔ الور والوں نے بھی ظلم کیا۔ اور بھرت پور میں بھی یہی حال ہوا۔ جب ہمارے آدمی وہاں جاتے تو ان کو حکم پہنچ جاتا کہ تمہاری وجہ سے امن شکنی ہو رہی ہے۔ جلد از جلد

اس علاقے سے نکل جاؤ

ملکانہ کے ایک گاؤں میں ایک بڑھیا مائی جمیا شدھ ہونے سے بچی تھی باقی اس کے تین چار بیٹے آریوں نے مرتد کر لئے تھے اور بیٹوں نے اس بڑھیا ماں سے کہا تھا۔ کہ ماں ہم دیکھینگے کہ اب مولوی ہی آ کر تمہارا فصل کاٹیں گے کسی نے مجھے لکھا کہ ایک بڑھیا کو اس قسم کا طعنہ دیا گیا ہے اور اب اس کی فصل پک کر تیار کھڑی ہے میں نے کہا اسلام اور احمدیت کی غیرت چاہتی ہے کہ اب

مولوی اور تعلیم یافتہ لوگ

ہی جا کر اس بڑھیا کا کھیت کاٹیں چنانچہ میں نے اس کے لئے تحریک کی تو بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ جن میں جج بھی تھے اور بیرسٹر بھی وکلاء بھی تھے اور ڈاکٹر بھی مولوی بھی تھے اور مدرس بھی اور انہیں میں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے والد مرحوم بھی گئے اور خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب سیشن جج بھی گئے ان سب تعلیم یافتہ لوگوں نے جا کر اس بڑھیا کا کھیت کاٹا۔ ان کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے۔ مگر اس بات کا اتنا رعب ہوا کہ اس سارے

علاقہ میں احمدیوں کی دھاک بیٹھ گئی مگر وہاں کے راجہ نے اتنا ظلم کیا کہ یہ لوگ چار پانچ میل گرمی میں جاتے تھے۔ تو رات کو واپس سٹیشن پر آ کر سوتے تھے۔ چوہدری نصر اللہ خاں صاحب باوجودیکہ بڈھے آدمی تھے۔ ان کو بھی مجبوراً روزانہ گرمی میں

چار میل جانا اور چار میل آنا

پڑتا تھا۔ آخر میں نے اپنا ایک آدمی گورنمنٹ ہند کے پولیٹیکل سیکرٹری کی طرف بھجوایا کہ اتنا ظلم نہیں کرنا چاہئیے اس ریاست میں جو

چار پانچ لاکھ ہندو

ہے وہ فساد نہیں کرتا۔ اور ہمارے چند آدمیوں کے داخلہ سے فساد کا اندیشہ ہے۔ اس وقت پولیٹیکل سیکرٹری سر تھامسن تھے انہوں نے جواب دیا۔ میں اس میں کیا کر سکتا ہوں میں راجہ سے کہوں گا۔ اگر وہ مان جائے۔ تو بہتر ہے۔ سر تھامسن نے ہمدردی کی مگر ساتھ معذوری کا اظہار بھی کیا۔ لیکن ابھی اس پر پندرہ دن بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ

راجہ پاگل ہوگیا

اور اس کو ریاست سے باہر نکالدیا گیا اور پاگل ہونے کی حالت میں ہی وہ مرا۔ اسی طرح اسوقت کے الور والے راجہ کو بھی بعد میں سیاسی جرائم کی وجہ سے نکالدیا گیا۔ پس ہمارا خدا جو علیم اور خبیر ہے وہ اب بھی موجود ہے۔ اگر ہم انصاف سے کام لینگے اور پھر بھی ہم پر ظلم ہوگا تو وہ ضرور ظالموں کو گرفت کئے بغیر نہ چھوڑے گا۔ ظلم تو ہمیشہ سے نبیوں کی جماعتوں پر ہوتا آیا ہے مگر یہ

نہایت ذلیل احساسات

ہیں جو اس اخبار نے پیش کئے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے بھی ہم پر ہمیشہ ظلم کیا شروع شروع میں جب احمدی تالاب سے مٹی لینے جاتے تھے تو میاں کے سکھ وغیرہ ڈنڈے لے کر آجاتے تھے۔ آخر ہمارے ساتھ کس نے کمی کی مگر ہر موقعہ پر خدا ہماری مدد کرتا رہا۔ ہمارا دشمن اگر ہمارے ساتھ ظلم اور بے انصافی بھی کرے تو

ہم انصاف سے کام لینگے

اور جب تک یہ روح ہمارے اندر پیدا نہ ہو جائے۔ خدا ہمارا ساتھ نہیں دے گا۔ پس ہم دیکھیں گے کہ حق کس کا ہے۔ ہندو کا ہوگا تو اس کی مدد کرینگے۔ سکھ کا ہوگا تو اس کی مدد کریں گے۔ مسلمان کا ہوگا۔ تو اس کی مدد کریں گے۔ ہم کسی کی دوستی اور دشمنی کو نہیں دیکھینگے۔ بلکہ اس معاملہ کو

انصاف کی نگاہوں

سے دیکھیں گے۔ اور جب انصاف پر قائم ہونے کے باوجود ہم پر ظلم ہوگا۔ تو خدا کہے گا۔ انہوں نے دشمن کے ساتھ انصاف کیا تھا۔ کیا میں ان کا دوست ہو کر ان سے انصاف نہ کروں گا۔ اور اس کی غیرت ہمارے حق میں بھڑکے گی۔ جو ہمیشہ ہمارے کام آئے گی۔

(انشاء اللہ)

دیہاتی مبلغین کیلئے سائیکل مہیا کئے جائیں

دفتر ہذا کی رپورٹ پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی سیدنا المصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یہ تجویز منظور فرمائی تھی کہ دیہاتی تبلیغی حلقہ جات کی جماعتیں چندہ جمع کر کے دیہاتی مبلغین کو سائیکل مہیا کر دیں تا مبلغین اپنے حلقہ کے دیہات میں جلد جلد دورے کر سکیں۔ حضور کے ارشاد سے متعلقہ جماعتوں کو جنوری ۱۹۴۷ء میں اطلاع کر دی گئی تھی۔ لیکن اب تک باوجود بار بار یاد دہانیوں کے صرف مندرجہ ذیل حلقہ جات نے مبلغین کو سائیکل مہیا کر کے دئے ہیں۔ راجالہ۔ ضلع امرتسر۔ رہنا رمی درکاں ضلع گوجرانوالہ۔ چونڈہ ضلع سیالکوٹ۔ کلیاں بھاکا بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ۔ مہربانی فرما کر باقی حلقہ جات کی جماعتیں توجہ فرمائیں۔ اور جلد سے جلد دیہاتی مبلغین کے لئے سائیکل مہیا کر دیں۔

(انچارج دفتر بیعت قادیان)

جماعت کے حفاظ کو دعوت

رمضان المبارک میں جماعتوں کی طرف سے تراویح کے لئے حافظ قرآن کا مطالبہ ہوا کرتا ہے۔ اور بعض حفاظ کی طرف سے بھی درخواستیں آیا کرتی ہیں کہ انہیں کسی جماعت میں مقرر کر دیا جائے وقت کی تنگی کی وجہ سے تسلی بخش انتظام نہ ہو سکنے کے خیال کے پیش نظر نظارت ہذا نے مناسب سمجھا ہے کہ ابھی سے جماعت کے حافظ صاحبان کو مندرجہ غرض کے لئے دعوت دے

سو جو حافظ صاحبان رمضان المبارک میں دوسری جماعتوں میں جا کر تراویح پڑھانے کی خدمت سرانجام دے سکتے ہوں۔ وہ نظارت تعلیم و تربیت کو اطلاع دیں۔ تا کہ جماعتوں کی طرف سے مطالبہ پر کسی مناسب جماعت میں انہیں لگایا جا سکے۔

(ناظر تعلیم و تربیت)

نئے ارض وسماء

سرزمین امریکہ میں احمدی مجاہدین کی تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ اپریل ۱۹۴۷ء

از مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر مجاہد امریکہ

مسجد شکاگو

بفضلہ تعالیٰ ماہ اپریل میں مسجد شکاگو میں تعلیمی و تربیتی و تبلیغی اجلاس ہوتے رہے جیسا کہ پہلے ایک رپورٹ میں عرض کیا گیا تھا۔ تربیتی اجلاس اب خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے الگ الگ کر دیئے گئے ہیں۔ جو پندرہ روزہ باقاعدگی سے منعقد ہوتے رہے۔ تبلیغی و تنظیمی اجلاس بالالتزام ہر ہفتے ہوتے رہے اتوار کے تبلیغی اجلاسوں میں سے ایک میں یونیورسٹی آف شکاگو سے تھیالوجی کے دو طالبعلم جن کے چرچ میں خاکسار کو تقریر کرنیکا موقعہ ملا تھا تشریف لائے۔ دوسرے اجلاس میں نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی کے جرنلزم کے دو طالب علم آئے۔ انہوں نے خاکسار پہلے یونیورسٹی میں انٹرویو کیا تھا۔ اور تحریک احمدیت پر میگزین کے لئے مضمون لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تقاریر کے بعد انہوں نے سوالات کئے۔ جن کے جوابات کے لئے میں نے ممبران کو موقعہ دیا۔ اپریل کے آخر میں وہ پھر دوبارہ آئے۔ اور سب ممبران سے فرداً فرداً اس بارے میں سوالات دریافت کرتے رہے کہ انہوں نے اسلام کو کیوں قبول کیا۔ بعد میں مجھ سے اپنے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ شکاگو کے احمدی ممبران کے خیالات کی بلندی سے بیحد متاثر ہوئے۔ اور اس قسم کے اجلاس میں شمولیت کا انکا پہلا موقعہ ہے۔

صوفی صاحب محترم اتوار کے اجلاسوں میں شکاگو کے قیام کے ایام میں تشریف لاتے رہے۔ اور خطاب جمعہ بھی آپ نے ہی پڑھے

دفتر۔ مکرم صوفی صاحب کا اس مہینہ میں زیادہ تر کام دفتر میں رہا۔ پہلے تو مسلم سن رائز کی ترسیل کا کام رہا جس نے کافی وقت لیا۔ لٹریچر کی تقسیم و ترسیل کا بھی اس دفعہ نسبتاً زیادہ کام رہا۔ اس کے ساتھ خط و کتابت وغیرہ کی وجہ سے بعض دفعہ آپ رات کو دس گیارہ بجے تک دفتر میں قیام فرما رہے۔

سینٹ لوئیس: جناب صوفی صاحب عرصہ زیر رپورٹ میں سینٹ لوئیس دس دن تک کے لئے تشریف لے گئے۔ گذشتہ دنوں وہاں ۱۶ احباب داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور نماز وغیرہ کے اسباق کے لئے آپ روز اجلاس منعقد کراتے رہے۔ جن میں بعض نومسلمین مصروفیات کے باوجود شامل ہو کر جوش و اخلاص سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ بعض احباب کو جو احمدیت کے نزدیک ہیں فرداً فرداً جا کر تبلیغ کرتے رہے۔ ان میں سے ایک عرب مسلمان مفتی جابر عمر بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ فرصت کے وقت میں صوفی صاحب مکرم روزانہ پبلک لائبریری میں گھنٹوں علمی کام کرتے رہے۔ لجنہ اماء اللہ کا قیام کر کے ان کی بھی ایک میٹنگ منعقد کی اور کام جاری کرنے کے لئے ہدایات دیں۔

پٹس برگ

برادرم مرزا منور احمد صاحب اس مہینے میں بخار کی وجہ سے علیل رہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ پٹس برگ کے علاوہ مضافات میں یعنی ڈوکین بریڈک اور ہومسٹیڈ میں تعلیمی و تبلیغی کلاسز منعقد کراتے رہے۔ لجنہ اماء اللہ کی ایک میٹنگ بھی ہوئی۔ اور خدام الاحمدیہ کا ایک امتحان ہوا جس کے لئے کتاب لائف آف محمد کا ایک حصہ مقرر کیا گیا تھا۔

پٹس برگ سے چند میل پر ایک جگہ ہے وہاں پر بعض نومسلم رہتے ہیں۔ مرزا منور احمد صاحب ان کی دعوت پر وہاں گئے اور دو گھنٹے تک ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے رہے۔ خدا کرے کہ وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہو جائیں۔

بالٹی مور:۔ برادرم مرزا منور احمد صاحب اس عرصہ میں بالٹی مور بھی تشریف لے گئے۔ وہاں پر میٹنگ منعقد کرائی۔ اور احباب جماعت کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے۔

ینگس ٹاؤن ڈیٹن ہر دو مقامات میں جماعتیں ہفتہ وار اجلاس منعقد کرتی رہیں۔ کلیولینڈ میں جماعت کے پریذیڈنٹ کی علالت کی وجہ سے کوئی خاص اجتماع نہیں ہو سکا۔

الونسٹن میں خاکسار کو انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ تبلیغ کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ بالخصوص عرصہ زیر رپورٹ میں دو پادریوں سے تبادلہ خیالات کیا۔ جس کے بعد انہوں نے اپنے چرچوں میں ذکر لیکچر کی دعوت دی۔ امید ہے کہ اس کے لئے عنقریب کسی تاریخ کا فیصلہ ہو جائے گا۔

لاس انجلیز

میں ہمارے دوست برادرم چوہدری محمد عبد اللہ صاحب واقف تحریک جدید تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں آپ انفرادی طور پر تبلیغ فرماتے رہے خصوصیت سے ایک پروفیسر اور ان کی اہلیہ سے تبادلہ خیالات کیا۔ اور لٹریچر مطالعہ کے لئے دیا۔ دو تبلیغی خطوط لکھے۔ ۱۲ اپریل کو آپ اور چوہدری عبد المجید صاحب بھٹی ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ تشریف لے گئے۔ اور مسلمان کسانوں کے اجتماع میں ایک جگہ تبلیغ کی۔ دو احباب نے دلچسپی لی جن سے وہ مزید خط و کتابت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چوہدری محمد عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس جگہ انہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہاں بھی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے انفاس قدسیہ کی بدولت ایک پنجابی دوست کی میکسیکن بیوی دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئی۔ اور مسلمان ہونے کی حالت میں فوت ہوئی۔

عرصہ زیر رپورٹ میں دو افراد بیعت فرما کر داخل سلسلہ ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک احباب جماعت سے امریکہ میں بالخصوص اسلام و احمدیت کی ترقی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

امانت حفاظت مرکز کے متعلق ضروری اطلاع

تحریک حفاظت مرکز کے متعلق جو امانتیں میعادی نوٹس کے قاعدہ کے ماتحت داخل کی جا رہی ہیں۔ ان کے متعلق بعض لوگ شاید یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف کسی خاص میعاد کے گذرنے کے بعد ہی ایسی امانتیں واپس لی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔ امانت دار کی ضرورت کو مقدم کیا جائے گا۔ اور امانت دار کو جب روپیہ کی خاص ضرورت ہوگی۔ وہ بیت المال میں درخواست کر کے روپیہ واپس لے سکتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے ۲۶ اپریل کو کچھ روپیہ امانت غیر تابع مرضی میں داخل کیا۔ اور ۱۸ مئی کو ضرورت پیش کرنے پر نظارت بیت المال میں درخواست کر کے روپیہ واپس لے لیا۔ خاص میعاد کی کوئی خاص قید نہیں ہے۔ خاص ضرورت پیش آنے پر امانت واگذار کر دی جائے گی۔ اور چند ماہ کے بعد شاید نظارت بیت المال میں ضرورت ظاہر کر کے اجازت لینے کی قید بھی اڑا دی جائے۔ مگر سلسلہ کی فوری مالی ضروریات کا یہ تقاضہ ہے کہ احباب کے پاس جو روپیہ فالتو ہے۔ وہ سب خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مد امانت میں جمع کرائیں۔ اور امید ہے کہ امانتوں کے واپس لینے میں ان کو انشاء اللہ کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ ناظر بیت المال قادیان

ضروری خبریں!

وائسرائے ہند لندن پہنچ گئے

لندن ۱۹ مئی:۔ آج تین بجے دوپہر کو وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن اپنے تمام رفقاء سمیت لندن پہنچ گئے۔ ہوائی اڈے پر لارڈ لسٹوویل وزیر ہند اور متعدد دیگر برطانوی زعماء نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ قیام لندن کے دوران میں ملک معظم اور ملکہ معظمہ کے مہمان ہوں گے۔ امید ہے کہ آج رات کو نمبر ۱۰ ڈاؤننگ سٹریٹ میں آپ مسٹر اٹیلی وزیر اعظم برطانیہ کے ساتھ ملاقات کریں گے جب کہ لارڈ لسٹوویل وزیر ہند، سر سٹیفورڈ کرپس اور مسٹر ایلگزینڈر بھی موجود ہوں گے۔ اس ہفتے کے دوران میں برطانوی وزارت کی ایک اہم میٹنگ ہوئی۔ جس میں اس رپورٹ پر پوری طرح غور وخوض کیا جائے گا۔ جو وائسرائے کی طرف سے ہندوستان کی تازہ صورت حالات کے متعلق پیش کی جائے گی۔

تقسیم ہند اور تقسیم پنجاب و بنگال لازم و ملزوم ہیں!

مدراس ۱۹ مئی۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے ایک بیان میں کہا۔ اگر مسلم لیگ پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر رضامند نہ ہوئی۔ تو کانگرس بھی مطالبہ پاکستان کو منظور کرتے ہوئے ہندوستان کی تقسیم نہ ہونے دے گی۔ آپ نے ریاستوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا مجھے شک ہے۔ کہ ریاستوں کے لئے ایک آزاد یونٹ کی حیثیت سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا مشکل ہوگا۔ جلد یا بدیر انہیں ہندوستان کی یونین میں شامل ہونا پڑے گا۔ وائسرائے کے لنڈن جانے کے متعلق آپ نے کسی قسم کا اظہار رائے کرنے سے انکار کر دیا۔

مسٹر سرت چندر بوس تقسیم بنگال کی حمایت میں

کلکتہ ۱۹ مئی:۔ تقسیم بنگال کے سلسلے میں ایک کانفرنس کو پیغام دیتے ہوئے مسٹر سرت چندر بوس لیڈر آل انڈیا فارورڈ بلاک نے کہا اس وقت تک میں متحدہ بنگال کا حامی رہا ہوں لیکن اب حالات ایسا رنگ اختیار کر گئے ہیں کہ میں نے متحدہ بنگال کی حمایت کرنا ترک کر دیا ہے۔ اور اب میں بنگال کی تقسیم کے مطالبہ کا حامی ہو گیا ہوں۔

بنگال میں لیگ کانگرس گفت وشنید

کلکتہ ۱۹ مئی:۔ بنگال پراونشل مسلم لیگ کے تین لیڈر مولانا محمد اکرم خان اور بنگال مسلم لیگ کے مسٹر حبیب اللہ اور مسٹر انوارالدین دہلی میں مسٹر جناح سے ملاقات کرنے اور آپ سے مناسب ہدایات لینے کے بعد واپس کلکتہ پہنچ گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ بنگال کے کانگرسی لیڈروں کے ساتھ مسلم لیگ نے جو گفت وشنید شروع کر رکھی ہے۔ اس کے سلسلے میں مسٹر جناح نے متعدد امور کے متعلق لیگی لیڈروں کو ہدایات دی ہیں مسٹر حبیب اللہ نے ایک بیان میں کہا۔ کہ ہم اپنے طور پر لیگ کی پالیسی متعین کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس لئے کانگرس سے صوبائی معاملے کے متعلق گفت وشنید کرنے کے لئے چھ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے سردست بعض وجوہ کی بناء پر یہ گفت وشنید رک گئی ہے۔

ریاست پٹیالہ کا اعلان!

پٹیالہ ۱۹ مئی:۔ ریاست پٹیالہ کی طرف سے ایک بیان میں بتایا گیا ہے۔ کہ مغربی پنجاب کے فسادات کے سلسلے میں اس وقت تک ۳۵ ہزار پناہ گزین ریاست میں آ چکے ہیں چونکہ مزید پناہ گزینوں کے قیام اور رہائش کے لئے ریاستی حکومت کی طرف سے انتظام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب پناہ گزینوں کو پٹیالہ آنے کا ارادہ ترک کر دینا چاہیئے۔

لاہور میں انسانی خون کی ارزانی

لاہور ۱۹ مئی۔ آج رات کو پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ لاہور میں ابھی تک فساد جاری ہے۔ آج صبح معلوم ہوا کہ تھانے کی ایک نواحی بستی دسولی پورہ پر ایک گروہ نے حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے تین اشخاص ہلاک ہو گئے اور ۱۶ مجروح۔ شہر کے اندرونی اور بیرونی حملوں میں پانچ مقامات پر آگ لگائی گئی۔ جس کی وجہ سے کافی مالی وجانی نقصان ہوا۔ اکا دکا حملوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ موزنگ کے علاقہ میں بھی حالت مخدوش ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے خلاف نعرے لگاتے رہے۔ خان افتخار حسین خان آف ممدوٹ اور دیگر مسلم لیگی لیڈروں نے آج شہر کے فساد زدہ رقبہ کا دورہ کیا اور مسلمانوں کی شکایات سنیں۔ پنجاب کے کانگرسی لیڈر ڈاکٹر گوپی چند بھارگو اور سردار سورن سنگھ لیڈر پنتھک اسمبلی پارٹی آج دہلی گئے ہیں۔ جہاں وہ سردار بلدیو سنگھ اور پنڈت نہرو سے فسادات لاہور و امرتسر کے متعلق بات چیت کریں گے۔

نئی دہلی ۱۹ مئی۔ سر جان کالویل گورنر بمبئی نے آج قائم مقام وائسرائے ہند کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ جب کہ عبوری حکومت کے تمام ارکان موجود تھے۔ یہ رسم ہندوستان کے چیف جسٹس کے روبرو ادا کی گئی ہے۔ سر۔ ایس وی رامامورتی کو سر جان کالویل کی جگہ گورنر بمبئی مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ آج آپ نے بھی اپنے عہدے کا چارج لے لیا ہے۔

شیلانگ ۱۹ مئی۔ مسٹر باردولائی وزیر اعظم آسام نے ایک بیان میں کہا۔ کہ آسام کسی صورت میں بھی مسلم اکثریت کا صوبہ نہیں ہے۔ آسام کے قبائلیوں کے اکثر نمائندے کانگرس کے ٹکٹ پر اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں مسلمانوں کی اکثریت صرف سلہٹ کے صوبے میں ہے۔ اگر یہ صوبہ نکال دیا جائے تو باقی آسام میں مسلمان ۲۰ فی صدی رہ جاتے ہیں۔ آپ نے یہ بیان عبوری حکومت کے لیگی رکن مسٹر محمد اسمٰعیل چندریگر کے ایک بیان کے جواب میں دیا ہے۔ جو آپ نے لنڈن میں دیا۔ اور جس میں آپ نے کہا تھا۔ کہ آسام کے عوام پاکستان کو پسند کرتے ہیں:۔

کراچی ۱۹ مئی:۔ مسٹر غلام حسین ہدایت اللہ وزیر اعظم سندھ نے حاجی کیمپ میں ایک ہزار بہاری مسلم پناہ گزینوں کا معائنہ کیا۔ اور ان کی شکایات سنیں۔ آپ نے ایک بیان میں کہا۔ بہار کے پناہ گزینوں کے انتظام کی نگرانی کرنے کے لئے حکومت سندھ نے مسٹر گرڈر کو مقرر کیا ہے۔ امید ہے۔ کہ اب پناہ گزینوں کے لئے بہت بہتر انتظام ہو جائے گا:۔

اکالیوں کا مسلمانوں کے بائیکاٹ کے متعلق خطرناک قدم

ترومنی اکالی دل امرتسر کی طرف سے گورمکھی زبان میں چھپا ہوا ایک اشتہار دفتر ریاست میں پہنچا ہے۔ جس میں تلقین کی گئی ہے۔ کہ سکھ مسلمانوں کا ہر اعتبار سے بائیکاٹ کریں۔ ان کو ملازم نہ رکھا جائے۔ ان سے سودا سلف نہ خریدا جائے۔ اور ایسے ذرائع استعمال کئے جاویں۔ جن کے باعث سکھوں کا روپیہ مسلمانوں کی جیب میں نہ جائے۔ وغیرہ اکالی دل کی یہ سکیم جہاں عملی طور پر ناکام ثابت ہوگی۔ وہاں اس سکیم کو سکھ ازم کے خلاف اور سکھوں کیلئے نقصان کا باعث بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان بائیکاٹوں میں ایک بائیکاٹ یہ بھی ہے۔ کہ کسی مسلم فقیر کو خیرات نہ دی جائے جسے خیرات کی سپرٹ کے خلاف قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص خیرات دیتے ہوئے بھی کسی کو ضرورتمند دیکھنے کی جگہ یہ دیکھے۔ کہ اسکا مذہب کیا ہے۔ تو یقیناً اس خیرات کو خیرات نہیں کہا جا سکتا۔ اور اسے یقیناً مذہبی تنگدلی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کے ثواب ملنے کا کوئی سوال نہیں چنانچہ اگر سکھ مسلمانوں کے بطور جماعت کے اس قدر ہی دشمن ہیں۔ تو سوال یہ ہے۔ بابا فرید گنج شکر کے ان اقوال اور شبدوں کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ جو گرنتھ صاحب میں موجود ہیں اور جن کو ہر گوردوارہ میں ہر روز علی الصباح سازوں کے ساتھ گایا جاتا ہے۔

اکالی لیڈر سکھوں کو جس تباہی کی طرف لیجا رہے ہیں۔ ہم اس سے دعا کرتے ہیں۔ کہ سکھوں کو خدا ان حماقتوں کے نتائج سے محفوظ رکھے۔ اور اکالی لیڈروں کے ان غلط اقدام کا خمیازہ سکھوں کو نہ بھگتنا پڑے